# اِقبالؒ کا نظریۂ ثقافت

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ملک محمد رمضان بلوچ

اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ
اُن کی جمعیّت کا ہے مُلک و نسب پر انحصار
قوّتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیّت تری
دامنِ دیں ہاتھ سے چھُوٹا تو جمعیّت کہاں
اور جمعیّت ہُوئی رُخصت تو ملّت بھی گئی!

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

اقبال کے نظریۂ ثقافت پر کچھ کہنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ثقافت کیا ہے اور اس کا اطلاق کن چیزوں پر ہوتا ہے، اور علامہ اقبال نے اس کے کون سے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

لغت کی رُو سے ثقافت کے معنی عقل و شعور، غور و فکر، خوشں اخلاقی، شائستگی اور سیدھا کرنے کے ہیں۔ کم و بیش یہی معنی تہذیب کے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ثقافت اور تہذیب، دونوں مترادف الفاظ ہیں۔

تہذیب و ثقافت اصطلاحی طور پر کسی قوم کی پختہ عادات و اطوار، طرزِ معاشرت، علوم و فنون، رسم و رواج اخلاقی اقدار، روحانی، فنی اور علمی رجحانات کا نام ہے۔ اصل میں ثقافت کسی قوم کے ان بنیادی نظریات و عقائد کا نام ہے جن کے گرد اس قوم کی پوری زندگی گھومتی ہے؛ تاہم اسلامی ثقافت دوسری ثقافتوں سے قدرے مختلف ہے کیونکہ اس کے بنیادی نظریات تخلیقی نہیں، الہامی ہیں۔

علامہ اقبال کے نظریۂ ثقافت کو زیرِ بحث لانے سے پہلے خود اقبال کے متعلق یہ بات جان لینی چاہیے کہ اقبال شاعر بھی تھے اور فلسفی بھی۔ انہوں نے جہاں فلسفی کی حیثیت سے سوچا، وہاں شاعری کی لے میں بھی نغمہ سرا ہوئے اور اسلامی تصوف کی میزان میں اپنے فلسفیانہ افکار کو تولا۔

اقبال کی شاعری کے کئی ادوار ہیں۔ ابتدا میں قوم پرست نظر آتے ہیں اور اس حیثیت سے انہیں خاکِ وطن کا ہر ذرہ دیوتا نظر آتا ہے۔ لیکن بعد میں حکیمانہ غور و فکر کے بعد ان کے خیالات میں بتدریج پختگی آتی گئی، اور جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر جب واپس وطن آئے تو بالکل اسلامی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہی اقبال جو اس سے پہلے وطن کے ذرۂ خاک کو دیوتا تصور کرتے تھے، تحصیلِ علم کے بعد وطن کے بجائے خاکِ مدینہ و حجاز کا ترانہ الاپتے ہیں اور سارا جہاں انہیں اپنا وطن نظر آتا ہے ؎

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا ؂۱

اقبال بنیادی طور پر اسلامی شاعر ہیں اس لیے قرآن اور شارح قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے کم بات نہیں کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر فرماتے ہیں ؎

گر دلم آئینہ بے جوہر است
در بحرفم غیر قرآں مضمر است
پردہ ناموس فکرم چاک کن
ایں خیاباں را ز خارم پاک کن
تنگ کن رخت حیات اندر برم
اہل ملت را نگہدار از شرم
روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسہ پا کن مرا ؎

"اگر میں نے قرآن سے ہٹ کر کوئی بات کی ہے تو مجھے سزا دیجیے اور اپنی قدم بوسی کی نعمت سے محروم و بے نصیب رکھیے۔"

بلاشبہ اقبال نے اپنے لیے، ان اشعار میں، قرآن سے ہٹنے کی جو کڑی سزا تجویز کی ہے، وہ ان کی صداقت اور خلوص پر دلالت کرتی ہے۔ اصل میں اقبال کی تمام فکر اور فلسفہ قرآن و سنت سے مستنیر ہے اور قرآن و اسلام کو بنی نوع انسان کے سامنے دین کے طور پر پیش کرتا ہے اور عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا معیار قرار دیتا ہے اسی لیے اقبال زندگی بھر اسلام و سنت کی ترویج کے لیے سرگرم عمل رہے۔

اسلامی ثقافت مطالب و معانی کے اعتبار سے چونکہ دوسری ثقافتوں سے الگ مزاج کی حامل ہے اس لیے اسلامی ثقافت عام علاقائی اور جغرافیائی ثقافتوں کی تہہ میں کار فرما زبان، لباس، رقص و موسیقی، رسم و رواج کے مقابلے میں توحید، رسالت، اجتہاد، حسن و جمال، اتحاد، فن و تخلیق اور علم و حکمت پر مبنی عوامل سے عبارت ہے۔ اس میں حسن، شائستگی اور پختگی کے ساتھ ساتھ حرکت و ارتقا کی جملہ صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں اس لیے اسی اسلامی ثقافت کی روشنی میں ہم اقبال کے نظریہ ثقافت کو اجاگر کریں گے۔

## توحید

توحید، دین کے تصور کا بنیادی عقیدہ اور اسلامی ثقافت کی روح ہے۔ اس لیے یہی عقیدہ جب دل میں راسخ ہو جاتا ہے تو خیالات و افکار اور کردار میں انقلاب آ جاتا ہے۔ یہی جلوہ خاک کو اکسیر بناتا ہے۔ اسی سے عمل میں پائداری آتی ہے، بیم و ریب کا پردہ چاک ہوتا ہے اور آنکھ اسرار کائنات کو واشگاف

دیکھتی ہے ؎

ملتِ بیضا تن و جاں لا الٰہ
سازِ ما را پردہ گرداں لا الٰہ
لا الٰہ سرمایۂ اسرارِ ما
رشتہ اش شیرازۂ افکارِ ما
اسود از توحید احمر می شود
خویش فاروقؓ و ابوذرؓ می شود [۳۴]
گر خدا داری زغم آزاد شو
از خیالِ بیش و کم آزاد شو [۳۵]

طرف معبودیت کا مقام ہے جو جلال و جمال کا نظارہ پیش کرتا ہے اور دوسری طرف عبدیت کا مقام ہے جو سراسر عجز و نیاز کا مرقع ہے۔ مساوات و اخوت اور تنظیم و پابندیٔ وقت کا جو نمونہ مسجد پیش کرتی ہے، وہ کہیں اور نظر نہیں آتا۔ اصل میں مسجد وہ اولین گہوارہ ہے جہاں اسلامی ثقافت پھولی پھلی، یہی وہ مقام ہے جہاں محمود و ایاز ایک صف میں، دوش بدوش نظر آتے ہیں ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز [۳۶]

مسجد کے بعد اسلامی ثقافت کے ساتھ اسلامی وحدت و یگانگت کا ایمان افروز نظارہ ایامِ حج کے موقع پر دیکھنے میں آتا ہے جہاں شاہ و گدا ایک ہی طرح کے سادہ لباس میں ملبوس خانہ کعبہ کے گرد پروانہ وار طواف کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ توحید کی برکت ہے جو نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر تک کے اسلامیانِ عالم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتی ہے ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر [۳۷]

---

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا [۳۸]

## رسالت

توحید کے بعد اسلامی ثقافت کا دوسرا عنصر رسالت ہے۔ دراصل توحید اور رسالت ایک اٹوٹ

رشتے میں منسلک ہیں بلکہ رسالت کے بغیر توحید کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ رسالت ہی کے ذریعے دنیا توحید سے آشنا ہوتی رہی ہے۔ انبیاء و مرسلین ؑ نے نہ صرف پیغامِ حق انسانوں تک پہنچایا بلکہ خود اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ آخر میں ختم المرسلین رحمتہ للعالمین ؐ دنیا میں تشریف لاتے اور قرآن کی صورت میں ایک ایسی دائمی اور عالمگیر شریعت پیش کی جو نسلِ انسانی کے لیے سراپا خیر و فلاح اور اوّل تا آخر انصاف پر مبنی ہے، اور جس کے بعد نہ کوئی اور شریعت ہے نہ نبی ہے

از رسالت در جہاں تکوینِ ما
از رسالت دینِ ما آئینِ ما
از رسالت صد ہزارِ ما یک است
جُزوِ ما از جُزوِ ما لاینفک است
ما ز حکمِ نسبتِ او ملّتیم
اہلِ عالم را پیامِ رحمتیم
پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایام را
او رُسُل را ختم و ما اقوام را! ۸

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی نیابت اولیٰ حریت و مساوات و اخوت کی تشکیل و تاسیس ہے کیونکہ سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انسانیت کی حالت سخت ناگفتہ بہ تھی۔ انسان، غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ طاقتور نے کمزور کو جبیں سائی پر مجبور کر رکھا تھا۔ کنشت و کلیسا، دونوں اس کا استحصال کر رہے تھے۔ بعثتِ نبوی ؐ نے اس ظلم کو توڑا اور انسانیت کے بدن میں تازہ جان ڈال دی اور انسان کو خودی و خود شناسی کا شعور بخشا۔ یہ رسالتِ محمدیہ ؐ کا اعجاز تھا جس نے سلطان مراد کو ایک معمار کے ساتھ کٹہرے میں، برابر کھڑا ہونے پر مجبور کیا ہے

عبدِ مسلم کمتر از احرار نیست
خونِ شہ رنگیں تر از معمار نیست
پیشِ قرآں بندہ و مولا یکے است
بوریا و مسندِ دیبا یکے است ۹

شریعت و رسالتِ محمدیہ ؐ نے نہ صرف انسان کو بند و سلاسل سے آزاد کر دیا بلکہ دنیا کو حریت کا

بے مثال درس دیا اور علم و کردار سے یہ یقین راسخ کر دیا کہ خدا کی وحدانیت اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں یقین رکھنے والا مومن، باطل کے سامنے کبھی سرنگوں نہیں ہوتا بلکہ شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنا جانتا ہے۔ اسلامی حریت کی ایک مثال سانحۂ کربلا ہے۔ امامِ عاشقاں، گلستانِ رسالتؐ کے سروِ آزاد، پدرِ بتولؓ نے حق و صداقت کی خاطر اپنی اور اپنے اہل و عیال اور دوسرے جاں نثاروں کی گردنیں کٹوا دیں مگر جور و استبداد کو غالب ہونے نہ دیا ؎

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت
خاست آں سر جلوۂ خیر الامم
چوں سحابِ قبلہ باراں در قدم
بر زمینِ کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد
موجِ خونِ او چمن آباد کرد
بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است ؀

یہ عالمگیر ہے، کسی خاص مقام کے ساتھ وابستہ نہیں ؎

جوہر ما با مقامے بستہ نیست
بادۂ تندش بجامے بستہ نیست
ہندی و چینی سفالِ جامِ ماست
رومی و شامی گلِ اندامِ ماست
قلبِ ما از ہند و روم و شام نیست
مرز و بومِ او بجز اسلام نیست ؁

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت اس لیے نہیں کی تھی کہ آپ کو دشمنوں نے تنگ کیا تھا اور آپ مجبور ہو گئے تھے بلکہ ہجرتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تہہ میں یہ حکمت کارفرما تھی کہ آپؐ اسلام کی اساس پر ایک عالمی ملت تشکیل دینا چاہتے تھے اور مکہ میں رہ کر ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ ہجرتِ رسولِ پاکؐ میں دوسرا بڑا نکتہ یہ پوشیدہ تھا کہ بقول اقبالؒ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. 2002-2006

قومیت کے ساتھ وطنیت کے بُت کو پاش پاش کرنا چاہتے تھے ؎

عقدۂ قومیتِ مسلم کشود

از وطن آقائے ما ہجرت نمود ۱۲

## اجتہاد

ثقافتِ اسلامی کا تیسرا عنصر اجتہاد ہے جو ثقافتِ اسلامی کو جمود و تعطل سے محفوظ رکھتا اور اسے حالاتِ وقت کے ساتھ چلنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے۔ لیکن اس کے لیے اختلافِ رائے ضروری ہے کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو ثقافت زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ اقبال اپنے عہد میں اجتہاد کے فقدان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں ؎

ہند میں حکمتِ دیں کوئی کہاں سے سیکھے

نہ کہیں لذتِ کردار نہ افکارِ عمیق

حلقۂ شوق میں وہ جراَتِ اندیشہ کہاں

آہ! محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق! ۱۳

اجتہاد کے اس فقدان کے باوجود اقبال ایسے اجتہاد کو پسند نہیں کرتے جو نیک نیتی پر مبنی نہ ہو اور جو امن و استحکام اور اتحاد و یک جہتی کی جگہ افتراق و انتشار پھیلائے۔ اقبال ایسے اجتہاد پر تقلید کو ترجیح دیتے ہیں ؎

مضمحل گردد چو تقویمِ حیات

ملّت از تقلید می گیرد ثبات

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط

قوم را برہم ہمی پیچید بساط

ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر

اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر ۱۴

## حُسن و جمال

ثقافت کے ایک معنی حُسن و لطافت اور شائستگی کے بھی ہیں اس لیے زندگی کے ہر دائرے میں حُسن و جمال کے ساتھ لطافت و پاکیزگی کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں پاکیزگی و طہارت کی بار بار تلقین کی گئی ہے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کو ایمان کا جزو قرار دیتے ہوئے، روح و بدن کی طہارت پر خاص زور دیا ہے۔

انسان کے ذوقِ جمال کو تسکین صفائی و پاکیزگی سے ملتی ہے۔ خدا چونکہ جمیل ہے اس لیے جمال کو پسند کرتا ہے۔ رُسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نماز اور خوشبو کے ساتھ عورت کو پسند فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ عورت ہی مرد کے ذوقِ جمال کی تسکین و تشفّی کا واحد ذریعہ ہے کیونکہ اس سے اس کو طمانیت کے ساتھ محبّت کی لازوال دولت ملتی ہے۔ یہ محبّت بھرے دل ہیں جن سے احسان و محبّت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور جو گلستانِ ثقافت کو سرسبز و شاداب رکھتے ہیں۔ اسلام کی نظر میں وہی عورت حُسنِ ثقافت ہے جو نسوانی شرم وحیا کا مجسّم پیکر ہو۔ اقبال فرماتے ہیں ؎

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں ۱۵

مگر جو عورت علم حاصل کرنے کے باوجود چراغِ خانہ بننے کے بجائے شمعِ محفل بنے، اس کا ایسا علم اسلامی ثقافت کے لیے موت کا پیش خیمہ ہے ؎

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ ہنر موت! ۱۶

اقبالؒ، خواتین کے بن ٹھن کر گھومنے پھرنے، جسے قرآن نے تبرّجِ جاہلیہ سے تعبیر کیا ہے، اور ناز و کرشمہ سازی کرنے کو کافری سے تعبیر کرتے ہیں اور دخترانِ ملّت کو اس سے پرہیز کی تلقین کرتے ہیں ؎

بہل اے دخترک ایں دلبری ہا
مسلماں را نہ زیبد کافری ہا
منہ دل بر جمالِ غازہ پرورد
بیاموز از نگہ غارت گری ہا ۱۷

اقبالؒ، مسلمان خواتین کو سیّدۃ النساءؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی تاکید میں اسوۂ زہراؓ کی مثال ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں ؎

آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآں سرا ۱۸

## فن و تخلیق

اسلامی ثقافت کا پانچواں رُکن فنِ تخلیق ہے۔ عام طور پر لوگ ثقافت کو رقص و سرود اور اسی طرح کی دوسری فنی سرگرمیوں تک محدود تصوّر کرتے ہیں حالانکہ ثقافت پوری زندگی پر حاوی ہے۔ خدا خالقِ کائنات ہے اور بندہ اس دنیا میں اس کا نائب! اس اعتبار سے دنیا کی تنظیم و ترتیب اس کے فرائض میں شامل

ہے۔ علامہ اقبال دنیا کی تزئین و آرائش میں حضرتِ انسان کے کردار کی منظر کشی یوں کرتے ہیں ؎

تو شب آفریدی چراغ آفریدم
سفال آفریدی ایاغ آفریدم
بیابان و کوہسار و راغ آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم [۱۹]

## علم و حکمت

ثقافتِ اسلامی کا چوتھا عنصر علم و حکمت پر مبنی ہے۔ یہ عنصر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسلامی ثقافت میں علم و حکمت کا سرچشمہ قرآن ہے، اور یہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے، اس لیے اس کا کلام بھی علم و حکمت سے مملو ہے۔ کلام اللہ کی تعلیم انسانی حیات و کائنات کے سارے اصولوں سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے میں انسان کی دنیا اور آخرت، دونوں کی کامیابی کا راز مضمر ہے اس لیے قرآن حصولِ علم کے ساتھ اس بیکراں کائنات کی ہر شے میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ اقبال بھی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" میں یوں بتاتے ہیں کہ کائنات کے حوادث کا مطالعہ انسان کو محض مادی کائنات میں محصور نہیں رکھتا بلکہ ماورائیت تک لے جاتا ہے، لیکن اس کے لیے جہدِ مسلسل درکار ہے اور یہی حرکت و عمل اسلامی ثقافت کا طرۂ امتیاز اور اسے دوسری ثقافتوں سے ممیز کرنے کا باعث ہے۔

علم چونکہ خلقتِ کائنات کے تمام ظاہری اور باطنی پہلوؤں پر محیط ہے لہٰذا اس میں دین اور دنیا کی تخصیص غلط ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب سے ہم نے علم کو دین اور دنیا کے الگ الگ خانوں میں تقسیم کیا ہے، ہماری ثقافت علم کو بھی زوال آ گیا ہے۔

اسلامی ثقافت اوّل تا آخر وحدت کے اصول پر مبنی ہے۔ اس لیے یہ ناقابلِ تقسیم ہے، اور اس اعتبار سے جدید نظریہ ثقافت پر بہ ہمہ وجوہ فوقیت رکھتی ہے۔ اقبال نے اُمتِ مسلمہ کو جگہ جگہ قرآنی تعلیمات کی جانب راغب کیا ہے ؎

منزل و مقصودِ قرآں دیگر است
رسم و آئینِ مسلماں دیگر است

بندۂ مومن ز قرآں برخورد
در ایاغ او نہ مے دیدم نہ دُرد
چیست قرآں؟ خواجہ را پیغام مرگ
دستگیرِ بندۂ بے سازو برگ
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود
مثلِ حق پنہان و ہم پیداست ایں
زندہ و پایندہ و گویاست ایں ۲۰؎

اقبالؒ مسلمانوں کو دلپذیر لہجے میں، قرآن خوانی کی ترغیب ان الفاظ میں دیتے ہیں، اور اسی ضمن میں حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے واقعے کی طرف توجہ دلاتے ہیں ؎

ز شامِ ما بروں آور سحر را
بقرآں باز خواں اہلِ نظر را
تو میدانی کہ سوزِ قرأتِ تو
دگرگوں کرد تقدیرِ عمرؓ را ۲۱؎

جو علم جذباتِ عالیہ کے ساتھ جرأت و دلیری کو کم کر کے پست ہمتی کی تعلیم دے اقبالؒ کے نزدیک اس علم سے گھاس کا ایک تنکا زیادہ قیمتی ہے ؎

من آں علم و فراست باپرِ کاہے نمی گیرم
کہ از تیغ و سپر بیگانہ سازد مردِ غازی را ۲۲؎

ثقافت میں شاعری کو بطورِ خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ نغمے کی تاثیر جذبات میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔

اقبالؒ ایسی شاعری کو جو بامقصد ہو اور خیر کی طرف رہنمائی کرے، نغمۂ جبریل سے تعبیر کرتے ہیں ؎

مَیں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن
یہ نکتہ ہے تاریخِ اُمم جس کی ہے تفصیل
وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے
یا نغمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل! ۲۳؎

اقبال چونکہ ایک عظیم مقصدِ حیات کے داعی اور دنیا میں اسلامی نظام اور فلاحی اسلامی معاشرے کی حیاتِ نو کے متمنی ہیں اس لیے ہر بامقصد شعر کو پسند کرتے ہیں، اور ہر اس شاعر کے افکار کو زیاں کاری سے تعبیر کرتے ہیں جس کے افکار و اشعار سے خودی کو استحکام کے بجائے ضُعف پہنچے۔ عجمی شاعری ہرچند کہ دلآویز و طربناک ہے لیکن ایسی شاعری فنی خوبیوں سے مملو ہونے کے باوجود اقبال کو اس لیے متاثر نہیں کرتی کہ اس سے خودی و خود آگہی کو استحکام نصیب نہیں ہوتا ؎

ہے شعرِ عجم گرچہ طربناک و دلآویز
اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیرِ خودی تیز
افسردہ اگر اس کی نوا سے ہو گلستان
بہتر ہے کہ خاموش رہے مرغِ سحر خیز ۲۴؎

اقبال کے نظریۂ ثقافت پر اس گفتگو سے جو بات کُھل کر سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اقبال اُمتِ مرحومہ کے مرضِ کہن کا واحد علاج اسلامی ثقافت کو اپنانے اور اسلامی طرزِ حیات کو مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عملاً بروئے کار لانے میں دیکھتے ہیں اور مسلمانوں سے برملا مخاطب ہو کر کہتے ہیں ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن ۲۵؎

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است ۲۶؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں ۲۷؎

## حوالہ جات


۱- کلیاتِ اقبال (اُردو)، لاہور ص ۱۵۹

۲- کلیاتِ اقبال (فارسی)، لاہور ص ۱۶۸

۳- ایضاً ص ۹۲

۴- ایضاً ص ۹۵

۵- کلیاتِ اقبال (اُردو)، لاہور ص ۱۶۵

۶- ایضاً ص ۲۶۵

۷- ایضاً ص ۱۵۹

۸- کلیاتِ اقبال (فارسی)، لاہور ص ۱۰۱-۱۰۲

۹- ایضاً ص ۱۰۸

۱۰- ایضاً ص ۱۱۰

۱۱- ایضاً ص ۱۱۳

۱۲- ایضاً ص ۱۱۴

۱۳- کلیاتِ اقبال (اُردو)، لاہور ص ۴۸۴

۱۴- کلیاتِ اقبال (فارسی)، لاہور ص ۱۲۴-۱۲۵

۱۵- کلیاتِ اقبال (اُردو)، لاہور ص ۵۵۶

۱۶- ایضاً ص ۵۵۸

۱۷- کلیاتِ اقبال (فارسی)، لاہور ص ۹۷۴

۱۸- ایضاً ص ۱۵۳

۱۹- ایضاً ص ۲۸۴

۲۰- ایضاً ص ۴۶۶-۴۶۹

۲۱- ایضاً ص ۹۷۶

۲۲- ایضاً ص ۴۹۶

۲۳- کلیاتِ اقبال (اُردو)، لاہور ص ۵۹۵

۲۴- ایضاً ص ۵۹۰

۲۵- کلیاتِ اقبال (فارسی)، لاہور ص ۱۲۳

۲۶- کلیاتِ اقبال (اُردو)، لاہور ص ۶۹۱

۲۷- ایضاً ص ۲۰۸


www.IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

۱۱۹ ۱۴۲۱

# دانش

رایزنی فرهنگی جمہوری اسلامی ایران اسلام آباد کا سہ ماہی فارسی اردو تحقیقی مجلہ

- ایران میں فارسی زبان و ادب کے جدید رجحانات -
- برصغیر پاکستان و ھند میں فارسی ادب اور ایران شناسی پر تحقیق کی رفتار -
- ایران اور برصغیر میں فارسی ادبیات سے متعلق شائع ہونے والی کتب پر نقد و نظر -
- اور ایران و برصغیر کے ثقافتی اشتراکات کے بارے میں مقالات شائع کرتا ہے -

رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران

مکان ۲۵ ، گلی ۲۷ ، ایف ۲/۶ - اسلام آباد (پاکستان)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006